آئی صدائے غیب کہ شبیرؑ مرحبا ۱۷۴ اس ہاتھ کے لیے تھی یہ شمشیر مرحبا
یہ آبروئے جنگ یہ توقیر مرحبا دکھلادی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

بس اب نہ کر وغا کی ہوس اے حسینؑ بس ۱۷۵ دم لے ہوا میں چند نفس اے حسینؑ بس
گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس وقتِ نمازِ عصر ہے، بس، اے حسینؑ بس
پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں اژدہام میں
اب اہتمام چاہیے اُمّت کے کام میں

لبیک[۴۱] کہہ کے تیغ رکھی شاہ نے میان میں ۱۷۶ پلٹی سپاہ آئی قیامت جہان میں
پھر سرکشوں نے تیر ملائے کمان میں پھر کھُل گئے پلٹ کے پھریرے نشان میں
بیکس حسینؑ ظلم شعاروں میں گھر گئے
مولا تمہارے لاکھ سواروں میں گھر گئے

سینے پہ سامنے سے چلے دس ہزار تیر ۱۷۷ چھاتی پہ لگ گئے کئی سو ایک بار تیر
پہلو کے پار برچھیاں، سینے کے پار تیر پڑتے تھے دس، جو کھینچتے تھے، تن سے چار تیر
یوں تھے خدنگ، ظلِ الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں ساہی کے جسم پر

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر ۱۷۸ ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؑ پر
قاتل[ع۔ا] اٹھتے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر یہ دکھ نبی کے گود کے پالے حسینؑ پر
تیرِ ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر ہائے ہائے ۱۷۹ فرزندِ فاطمہؑ کی یہ توقیر ہائے ہائے
بھالے وہ اور وہ پہلوئے شبیرؑ ہائے ہائے وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے ہائے
غصّے میں تھے جو فوج کے ترکش بھرے ہوئے
خالی کیے حسینؑ پہ ترکش بھرے ہوئے

وہ گرد تھے جو بھاگتے پھرتے تھے وقتِ جنگ ۱۸۰ اک سنگ دل نے پاس سے مارا جبیں پہ سنگ
صدمے سے زرد ہو گیا، سبطِ نبیؐ کا رنگ ماتھے پہ ہاتھ تھا کہ گلے پر لگا خدنگ
تھاما گلا جناب نے ماتھے کو چھوڑ کے
نکلا وہ تیر حلقِ مبارک کو توڑ کے

لکھا ہے تین بھال کا تھا ناوکِ ستم ۱۸۱ منہ کھل گیا، الٹ گئی گردن، رکا جو دم
کھینچی سری گلے کی طرف سے بچشمِ نم بھالیں نکالیں پشت کی جانب سے ہو کے خم
اُبلا جو خوں نکلتا ہوا دم ٹھہر گیا
چلّو رکھا جو زخم کے نیچے تو بھر گیا

دشمن تھا شہ کا اعور سلمی عدوئے دیں ۱۸۲ سر پر لگائی تیغ کہ شق ہو گئی جبیں
ماری جگر پہ ابنِ انس[143] نے سنانِ کیں بھاگا گڑو کے کوکھ میں، برچھی کو اک لعیں
گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی
تھرا گئی ضریح رسالت پناہ کی

گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب ۱۸۳ نکلی رکاب پائے مطہر سے ہے غضب
پہلو شگافتہ ہوا خنجر سے ہے غضب غش میں جھکے، عمامہ گرا سر سے، ہے غضب
قرآں رحلِ زیں سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

جنگل سے آئی فاطمۂ زہرا کی یہ صدا ۱۸۴ اُمّت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمدا[144]
اس وقت کون حقِ محبت کرے ادا ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا[145]
اُنیس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

پردہ الٹ کے، بنتِ علیؑ نکلی ننگے سر ۱۸۵ لرزاں قدم، خمیدہ کمر، غرقِ خونِ جگر
چاروں طرف پکارتی تھی سر کو پیٹ کر اے کربلا بتا، ترا مہمان ہے کدھر
اماں قدم اب اُٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہونچا دو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

اس وقت سب جہاں مری آنکھوں میں ہے سیاہ ۱۸۶ لوگو! خدا کے واسطے مجھ کو بتاؤ راہ
سید کدھر تڑپتا ہے، اماں کدھر ہیں آہ؟ کس سمت ہے نبیؐ کے نواسے کی قتل گاہ؟
شعلے دل و جگر سے، نکلتے ہیں آہ کے
یہ کون نام لیتا ہے میرا کراہ کے

کس نے صدا یہ دی کہ بہن اس طرف نہ آؤ ۱۸۷ بس اب سفر قریب ہے، لِلّٰہ گھر میں جاؤ
اب ڈوبتی ہے، آلِ رسولؐ خدا کی ناؤ یا مرتضیٰؑ غریبوں کے بیڑے کو تم بچاؤ
اب چھوڑیو نہ دشتِ بلا میں حسینؑ کو
یا فاطمہؑ چھپا لو ردا میں حسینؑ کو

بنتِ علیؑ تو پیٹتی پھرتی تھی ننگے سر ۱۸۸ کٹتا تھا نورِ چشمِ علیؑ کا گلا ادھر
زینبؑ کو منع کرتے تھے ہر چند اہلِ شر لیکن وہ دوڑی جاتی تھی تھامے ہوئے جگر
پہونچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پر
دیکھا سرِ حسینؑ کو نیزے کی نوک پر

نیزے کے نیچے جا کے پکاری وہ سوگوار ۱۸۹ سیدؑ تری لہو بھری صورت کے میں نثار
ہے ہے گلے پہ چل گئی بھیا چھری کی دھار بھولے بہن کو اے اسدِ حق کے یادگار
صدقے گئی لٹا گئے گھر وعدہ گاہ میں
جنبش لبوں کو ہے ابھی یادِ الٰہ میں

بھیا سلام کرتی ہے خواہر جواب دو ۱۹۰ چلا رہی ہے دخترِ حیدرؑ جواب دو
سوکھی زبان سے، بہرِ پیمبرؐ جواب دو کیونکر جیے گی زینبؑ مضطر جواب دو
جُز مرگ، دردِ ہجر کا چارا نہیں کوئی
میرا تو اب جہاں میں سہارا نہیں کوئی

بھیا میں اب کہاں سے تمہیں لاؤں، کیا کروں ۱۹۱ کیا کہہ کے اپنے دل کو میں سمجھاؤں، کیا کروں؟
کس کی دہائی دوں کسے چلاؤں، کیا کروں؟ بستی پرائی ہے، میں کدھر جاؤں کیا کروں؟
دنیا تمام اجڑ گئی، ویرانہ ہو گیا
بیٹھوں کہاں؟ کہ گھر تو عزا خانہ ہو گیا

١٩٢
ہے ہے تمہارے آگے نہ خواہر گذر گئی
بھیّا بتاؤ، کیا تہ خنجر گذر گئی؟
آئی صدا نہ پوچھو جو ہم پر گذر گئی
صد شکر، جو گذر گئی، بہتر گذر گئی
سر کٹ گیا، ہمیں تو الم سے فراغ ہے
گر ہے تو بس تمہاری جدائی کا داغ ہے

١٩٣
گھر لوٹنے کو آئے گی، اب فوجِ نابکار
کہیو نہ کچھ زباں سے، بجز شکر کردگار
خیمہ میں جب کہ آگ لگا دیں ستم شعار
رہیو مری یتیم سکینہؑ سے ہوشیار
بے زار ہے وہ خستہ جگر اپنی جان سے
باندھے نہ کوئی اس کا گلا ریسمان سے

١٩٤
بس اے انیسؔ ضعف سے لرزاں ہے بند بند
عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند
عالم پسند بند ہیں، سلطان پسند بند
یہ فصل اور یہ بزمِ عزا یادگار ہے
پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے